خطبہ جمعہ

بعنوان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق

سلسلة منبر الحکمة

161

بتاریخ: 6 ستمبر 2019

بمطابق: ٦ محرم الحرام ١٤٤١ ھج

بہ اہتمام

الحکمة انٹرنیشنل

5D1 ٹاؤن شپ، مادرِ ملت روڈ، نزد پائپ سٹاپ، لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ، أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:

﴿أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: 22]

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو مکتوب کر دیا ہے اور اپنی جناب سے رُوح القدس کے ساتھ ان کی تائید فرمائی، اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور یہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں (اور) آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔''

رُوئے زمین پر انبیاء و رُسل کے بعد سب سے محترم ومکرم ہستیاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ سب سے عظمت والے یہی لوگ ہیں کہ جن سے محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے اور ان کی دشمنی سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی ولایت سے اللہ و رسول کی محبت حاصل ہوتی ہے اور ان سے عداوت پر اللہ و رسول کی نظر میں لائق نفرت ہونا حتمی قرار پاتا ہے۔ ان کی رفعتِ شان کے لیے یہی کافی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ مزید ان کی فضیلت کی انتہا یوں کر دی کہ خود رب تعالیٰ نے ہی فرما دیا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [البينة: 8]

''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے خوش ہو گئے۔''

رسولِ مکرم ﷺ نے اپنے ان پیارے جاں نثاروں کے فضائل میں بے شمار فرامین صادر فرما کر ان کی عظمت کو دو چند کر دیا اور اپنے ماننے والوں پر واضح کر دیا کہ تمہارا ایمان ان ہی کی محبت سے مکمل ہو گا اور اگر تمہیں ان سے پیار نہیں تو گویا تم مجھ سے پیار نہیں کرتے۔ اب ہم ان مبارک شخصیات کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہیں۔

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کا التزام:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہر مسلمان کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر سچی محبت ہونی چاہیے۔ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صدق وخلوص پر مبنی محبت رکھتے ہیں؛ بلاشبہ وہ کمالِ ایمان سے متصف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتے ہیں، کیونکہ حُبِ صحابہ دلیلِ ایمان ہے۔جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ))

''انصار صحابہ سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔''

صحيح البخارى ، كتاب الإيمان ، باب علامة الإيمان حب الأنصار ، ح: 17 ـ صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب الدليل على أن حب الأنصار وعلى رضى الله عنهم من الإيمان وعلاماته وبغضهم من علامات النفاق ، ح: 74

جب انصار صحابہ سے محبت ایمان کا معیار قرار پائی ہے تو مہاجرین صحابہ کے ساتھ محبت تو بالاولی شرطِ ایمان ہے، اس لیے کہ وہ مجموعی طور پر افضل ہیں۔

اسی طرح قرآن وسنت کے وہ تمام دلائل اور فضائل جو ''اَلْحُبُّ فِي اللّٰه'' کے بارے میں وارد ہوئے ہیں؛ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بالاولی شامل ہیں، کیونکہ یہ برگزیدہ ہستیاں تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا نُفْرِطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ ، وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ ، وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيرِ الْخَيرِ يَذْكُرُهُمْ ، وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيرٍ ، وَحُبُّهُمْ دِينٌ وَإِيمَانٌ وَإِحْسَانٌ ، وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَطُغْيَانٌ.

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں، البتہ ہم ان میں سے کسی کی بھی محبت میں نہ تو غلو کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں کسی کے متعلق براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہو اور ان کا تذکرہ برے انداز میں کرتا ہو۔ہم صحابہ کا صرف تذکرۂ خیر ہی کرتے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت دِین، ایمان اور احسان ہے جبکہ ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی (یعنی احکامِ شریعت سے بغاوت) ہے۔''

شرح العقيدة الطحاوية: 1/ 364

امام مالک رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں بہت ہی پیاری بات بیان فرمائی ہے کہ:

كَانَ السَّلَفُ يُعَلِّمُونَ أَولَادَهُمْ حُبَّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ كَمَا يُعَلِّمُونَ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ.

''اسلاف اپنی اولاد کو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبت کرنا یوں ہی سکھایا کرتے تھے جیسے وہ انہیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔''

شرح اعتقاد أهل السنة والجماعة: 7/ 1240 ـ تاريخ مدينة دمشق: 44/ 383 ـ الحجة فى بيان المحجة: 2/ 338

اسی طرح شعیب بن حرب بیان کرتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''عاصم بن محمد رحمہ اللہ کے پاس امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا، تو لوگوں نے ان کی خوبیاں کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ پندرہ خوبیاں بیان کر دیں۔ پھر عاصم بن محمد رحمہ اللہ نے ان سے کہا: میں ان کی ایک ایسی خوبی بھی جانتا ہوں جو ان تمام خوبیوں سے افضل ہے، وہ یہ ہے کہ ان کا سینہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صاف شفاف تھا (یعنی کسی قسم کے بغض کا شکار نہ تھا)۔''

حلية الأولياء لأبي نعيم: 7/ 27

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل سے آگاہی:

اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ فضیلت، نیکی، تقویٰ اور امورِ خیر کے اہتمام کے لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا کوئی بھی اس دنیا میں نہیں ہے۔اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ نیز ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن وسنت میں وارد ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل سے آگاہ ہو۔ یوں تو فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں لیکن ہم چند ایک کا ہی تذکرہ کریں گے۔

ان برگزیدہ ہستیوں کے صدق وخلوص، کمالِ ایمان، محبتِ دین، وفورِ عقل اور امانت ودیانت کے باعث قرآن بھی ان کے متعلق ضیاء پاشیاں فرماتا ہے۔ ان تمام قرآنی مقامات کے بیان کا یہ محل نہیں ہے، صرف چند آیات کو زینتِ قرطاس بناتا ہوں۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة: 100]

''مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [الأنفال: 74]

''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی، یہی لوگ حقیقت میں اہلِ ایمان ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بڑا پاکیزہ رزق ہوگا۔''

ایک مقام پر فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ [الحجرات: 7]

''اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہ میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دِلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى﴾ [النمل: 59]

''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلامتی ہو جن کا انتخاب اس نے خود کیا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان بندوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

تفسیر ابن کثیر: 6/ 201 ـ فتح القدير للشوكانی: 4/ 195

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِی، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتٰى أَصْحَابِی مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِی أَمَنَةٌ لِأُمَّتِی، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِی أَتٰى أُمَّتِی مَا يُوعَدُونَ))

''ستارے آسمان کے لیے امان (اور سلامتی کی ضمانت) ہیں، جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ مرحلہ آ جائے گا جس کی اسے خبر دی گئی ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا)۔ میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ (فتنے) آ جائیں گے جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ میرے صحابہ میری اُمت کے لیے امان ہیں، سو جب یہ چلے جائیں گے تو میری اُمت پر وہ (فتنے) آ جائیں گے جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔''

صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب بيان أن بقاء النبی ﷺ أمان لأصحابه وبقاء أصحابه أمان للأمة، ح: 2531

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود رہیں گے دِین قائم رہے گا، حق کا غلبہ رہے گا اور دین کے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل رہے گی، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو خواہش پرستی کا غلبہ ہو جائے گا، دشمن دھاوا بول دیں گے اور دینی معاملات میں دِن بہ دِن نقص آتا جائے گا، حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ واللہ اعلم

المفهم: 6/ 485

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِی ، فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ ، لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ ، وَلَا نَصِيفَهُ)).

''میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک مُد، بلکہ آدھے مُد (صدقے کے اجر وثواب) کو بھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قول النبي ﷺ: لو كنت متخذاً خليلاً، ح: 3673 - صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة رضى الله عنهم، ح: 2540

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بڑی عمدہ تعلیق لگائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب یہ فرمایا تو آپ کے مخاطب متاخرین صحابہ تھے۔ تو جب متاخرین صحابہ کا اُحد پہاڑ کے برابر صدقہ متقدمین صحابہ کے ایک یا نصف مُد صدقے کو بھی نہیں پہنچ سکتا، تو پھر ہمارا اُحد پہاڑ کے برابر صدقہ کرنا تو اُن کے گندم کے ایک دانے یا نصف دانے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

إرشاد السائل إلى دلائل المسائل: 45

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ))

''سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں۔''

صحيح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبي ﷺ ومن صحب، ح: 3651 - صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، ح: 2533

اس حدیثِ مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعدیل اور ان کے سب سے بہترین ہونے کی گواہی اس ہستی نے دے دی ہے جس کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے، بلکہ جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے؛ وہی بولتے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر عدالت وفضیلتِ صحابہ کی گواہی کیا ہوسکتی ہے؟!

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا فَبَعَثَهُ بِرِسَالَاتِهِ ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَاخْتَارَ لَهُ أَصْحَابَهُ فَجَعَلَهُمْ أَنْصَارَ دِينِهِ وَوُزَرَاءَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یقیناً اللہ تعالی نے بندوں کے دِلوں میں دیکھا تو محمد ﷺ کو منتخب فرمایا، پھر انہیں اپنے پیغامات دے کر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(دنیا میں) بھیجا، پھر ان کے بعد لوگوں کے دِلوں میں دیکھا اور آپ ﷺ کے لیے آپ کے ساتھیوں کا انتخاب فرمایا، پھر انہیں اپنے دِین کے مددگار اور اپنے نبی ﷺ کے وُزراء بنادیا۔''

مسند أبی داود الطیالسی: 243

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہت ہی خوب صورت بات فرمائی:

وَمَنْ نَظَرَ فِی سِیرَةِ الْقَوْمِ بِعِلْمٍ وَبَصِیرَةٍ، وَمَا مَنَّ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفَضَائِلِ؛ عَلِمَ يَقِينًا أَنَّهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ، لَا كَانَ وَلَا يَكُونُ مِثْلُهُمْ، وَأَنَّهُمْ هُمْ صَفْوَةُ الصَّفْوَةِ مِنْ قُرُونِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، الَّتِي هِيَ خَيْرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ.

''جو شخص علم و بصیرت کے ساتھ ان لوگوں کی سیرت پر نگاہ ڈالے گا اور جن فضائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کو ممنون ٹھہرایا ہے؛ ان کا مطالعہ کرے گا تو وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق میں سے بہترین لوگ ہیں۔ ان جیسا کوئی تھا اور نہ ہوگا۔ یہ ایسی اُمت کے تمام تر ادوار میں سے چنیدہ دور کے منتخب لوگ ہیں؛ جس اُمت کو اللہ کے ہاں تمام اُمتوں میں سے بہترین اور معزز ہونے کا شرف حاصل ہے۔''

العقیدة الواسطیة: 122 ـ مجموع الفتاوی: 3/ 103

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا اعتراف:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کے اعتراف سے مراد یہ ہے کہ انہیں عادل مانا جائے۔ اہل السنة والجماعة کا اس پر اتفاق ہے کہ:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے کے سارے عادل ہیں۔''

الاستیعاب: 1/ 19

عادل سے کیا مراد ہے؟ عدالت کی اصطلاح فقہاء اور محدثین کے ہاں یکساں طور پر استعمال ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ گواہی کے بیان میں آیا ہے، جس سے عادل کا معنی یہ نکلتا ہے کہ جس کی گواہی قبول کی جاتی ہو، یعنی معتبر شخص۔

امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے عادل کی صفات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيهِ خَمْسُ خِصَالٍ: يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ، وَلَا يَشْرَبُ هٰذَا الشَّرَابَ، وَلَا تَكُونُ فِي دِينِهِ خَرْبَةٌ، وَلَا يَكْذِبُ، وَلَا يَكُونُ فِي عَقْلِهِ شَيْءٌ.

''عادل وہ ہوتا ہے جس میں پانچ خوبیاں پائی جاتی ہوں: ① نماز باجماعت پڑھتا ہو ② شراب نہ پیتا ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

③اس کے دِین میں کوئی عیب نہ پایا جاتا ہو ④ جھوٹ نہ بولتا ہو ⑤ عقل کے لحاظ سے بالکل ٹھیک ہو۔"

الکفایة: 79 ۔ دراسات فی الجرح والتعدیل: 229

مذکورہ خصائل اور خوبیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

اب ہم عدالتِ صحابہ پر قرآن کی صرف ایک گواہی آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: 18]

"یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں (یعنی صحابہ) سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ (ﷺ) کی بیعت کر رہے تھے، اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دِلوں میں ہے، پھر اس نے اس پر سکینت نازل فرمائی اور عنقریب فتح سے ہمکنار بھی کرے گا۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت بیان کی۔ دل کی خبر صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور اس آیت میں قلبی اور باطنی حالت کی ہی تصدیق کی گئی ہے کہ یہ پختہ ایمان والے لوگ ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَعَالَى لَا يُمْكِنُ مَوتُهُ عَلَى الْكُفْرِ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ بِالْوَفَاةِ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَلَا يَقَعُ الرِّضَا مِنْهُ تَعَالَى إِلَّا عَلَى مَنْ عَلِمَ مَوتَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ.

"اللہ تعالیٰ جس سے اپنی رضا کا اعلان کر دے، ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ حالتِ کفر میں فوت ہو۔ اس لیے کہ اعتبار تو بہ حالتِ اسلام وفات کا ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا مندی صرف اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ اس کی موت حالتِ اسلام میں ہی ہو گی۔"

الصواعق المحرقة علی اهل الرفض والضلال والزندقة: 2/ 605

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ عَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ فَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ التَّوَقُّفُ فِي أَمْرِهِمْ وَلَا الشَّكُّ فِيهِمْ الْبَتَّةَ.

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خبر دی، وہ ان سے راضی ہوا اور ان پر سکینت نازل کی، سو کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ایمان میں ذرہ برابر توقف کرے یا شک کی گنجائش رکھے۔"

الفصل فی الملل والأهواء والنحل: 4/ 148

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا ہر مسلمان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے اور ان کے فضائل سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے عادل ہونے کا بھی معترف ہونا چاہیے۔

④ ان کا تذکرۂ خیر اور بیانِ محاسن کا التزام:

جس شخص کو جس سے محبت ہو وہ اس کا تذکرۂ خیر کرتا ہی رہتا ہے اور ہر جگہ اس کے محاسن اور خوبیوں کو بیان کرنے میں بھی لطف محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان کا تذکرۂ خیر لازم وملزوم ہو کر رہتے ہیں، کیونکہ یہ اعتقادی امر ہے۔ جیسا کہ امام ابن ابوزمنین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ قَولِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنْ يَعْتَقِدَ الْمَرْءُ الْمَحَبَّةَ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنْ يَنْشُرَ مَحَاسِنَهُمْ وَفَضَائِلَهُمْ.

''اہل السنۃ کا مؤقف ہے کہ آدمی اصحابِ نبی ﷺ سے محبت کا عقیدہ رکھے اور ان کے محاسن وفضائل کو پھیلائے۔''

أصول السنة لابن أبي زمنين: 263

میمونی بیان کرتے ہیں کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! جب تم کسی شخص کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ برے انداز میں کرتے دیکھو تو اس کے مسلمان ہونے میں شک کرو۔

البداية والنهاية: 8/ 148

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نامناسب انداز میں تذکرہ کرنے والے کا اسلام ہی مشکوک ہو جاتا ہے، لہٰذا واجب ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ اچھے انداز میں ہی کیا جائے۔

⑤ ان کے جنتی اور مستحقِ رحمت ہونے کا عقیدہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ اس کی دلیل رب کریم کا وہ فرمان ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة: 100]

''مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ [الحدید: 10]

''اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے اچھائی (رحمت اور جنت) کا وعدہ کر رکھا ہے۔''

⑥ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعا اور استغفار کا اہتمام:

جب کسی سے محبت ہو اور اس کی اُلفت وعقیدت سے دِل لبریز ہو، تو پھر انسان کے منہ سے اس کے حق میں دعا خود بہ خود ہی نکلتی رہتی ہے۔ یہی حالت ایک مسلمان کی ہونی چاہیے کہ اس کے دِل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اس قدر زیادہ ہو کہ ان کے لیے زبان مصروفِ دعا رہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَسَائِرُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُمْ مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ الْوَاجِبَ الثَّنَاءُ عَلَيهِمْ وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَالتَّرَحُّمُ عَلَيهِمْ وَالتَّرَضِّي عَنْهُمْ.

''تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان کرنا، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنا، ان کے بارے میں رحم دِلی رکھنا اور ان کے لیے 'رضی اللہ عنہ' کہنا واجب ہے۔''

الصارم المسلول على شاتم الرسول: 1085

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَسَبُّوهُمْ.

لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اصحابِ رسول کے لیے مغفرت کی دعا کریں، لیکن انہوں نے (دعا کرنے کی بہ جائے) انہیں بُرا بھلا کہا۔

صحيح مسلم، كتاب التفسير، ح: 3022

استغفار کا یہ حکم اس آیت میں بیان ہوا ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحشر: ۱۰]

''جو لوگ ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے بعد آئیں گے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان میں ہم پر سبقت لے چکے ہیں اور ہمارے دِلوں میں اہلِ ایمان کے لیے بغض وکینہ مت پیدا فرما۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو بہت ہی شفقت کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بُرا بھلا کہنے والوں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اہل مصر تھے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے، یا اہل شام تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے، اور خارجی وحروریہ دونوں کو ہی بُرا کہتے تھے۔

⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتہادی خطاؤں پر سکوت:

یاد رکھیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان ہی تھے، ان سے کچھ مواقع پر بشری تقاضوں کے تحت لغزشیں ہوئی ہیں لیکن ان لغزشوں کو معاف کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان اجتہادی خطاؤں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس معافی نامہ کو قرآن کریم کی آیات میں نازل فرما کر قیامت تک کے لیے ان ہستیوں پر تنقید و تبصرہ کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ایمان کی صداقت اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی بخشی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نقد کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کو علمائے حق نے نفس پرست اور گمراہ قرار دیا ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو اپنے ایمان اور اسلام کی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ اسلاف رحمہم اللہ نے اس بارے میں بہت واضح ارشادات فرمائے ہیں۔

ان اصحابِ سعادت کی شان ومنزلت کے کیا کہنے کہ جن کی محبت بندے کا دین وایمان پرکھنے کی کسوٹی بن گئی ہو!! جن ہستیوں کا مقام اتنا بلند ہو اور ان کی فضیلت اس قدر عالی ہو؛ ان کے متعلق ہرزہ سرائی کرنے سے بھلا کوئی کامل مسلمان رہ سکتا ہے؟! لہٰذا ان کی اجتہادی خطاؤں کا معاملہ ان کے اور ان کے پروردگار کے درمیان ہی چھوڑ دینا چاہیے اور ان امور پر تجزیہ وتبصرہ کرنے کی بہ جائے ان کے ساتھ دِل وجان سے عقیدت رکھ کر اپنا ایمان کامل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

شریعت نے تو عام مسلمان کے متعلق بھی یہ مطالبہ کیا ہے کہ حسن ظن رکھا جائے اور بدگمانی سے اجتناب کیا جائے، تو پھر مسلمانوں کی سادات شخصیات کے متعلق بدگمانی کیونکر جائز ہوسکتی ہے؟!

اگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ لغزشیں ہوئی بھی ہیں تو ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کے ہاں مغفور ہیں۔ یہ بات درج ذیل پانچ صورتوں کی بنیاد پر کہی جاسکتی ہے:

① ......انہوں نے رب کے حضور توبہ کر لی ہوگی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ شخصیات ہیں جو خطا سرزد ہونے پر بہت جلد توبہ کرلیا کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ))

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص جیسا ہو جاتا ہے جس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو۔''

[حسن] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ح: 4250

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ تو جلدی قبول ہوتی ہوگی، کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ سب اُمتیوں سے بالا ہے۔

④ ...... ان کی دِینی خدمات اور عظیم نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی یہ لغزشیں معاف فرما دے گا، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ [هود: 114]

''بلاشبہ نیکیاں؛ برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔''

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیکیاں بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے عظیم تر ہوتی ہیں، چنانچہ وہ تو خطاؤں کا بالاولیٰ کفارہ بن گئی ہوں گی۔

③ ...... اسلام میں سبقت اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام ﷺ کے متعلق فرمایا تھا:

((وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ))

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھ کر فرمایا ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو؛ یقیناً میں تمہیں بخش چکا ہوں۔''

صحيح البخاري، كتاب فضائل الجهاد والسير، باب الجاسوس، ح: 3007 ـ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بدر، ح: 2994

④ ...... ان کو نبی ﷺ کی شفاعت کے باعث بخش دیا جائے گا اور اس میں شک نہیں ہے کہ وہ شفاعت کے حق دار ٹھہریں گے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا))

''ہر نبی کی ایک دعا نے (یقینی طور پر) شرفِ قبولیت پایا ہے، ہر نبی نے اپنی دعا جلدی مانگ لی، لیکن میں نے اپنی دعا قیامت کے دِن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دی۔ چنانچہ یہ دعا ان شاء اللہ میری اُمت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوا فوت ہوا ہوگا۔''

صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب اختباء النبي ﷺ دعوة الشفاعة لأمته، ح: 199

جب عام موحدین بھی شفاعتِ رسول کے حق دار ہیں تو پھر سردارانِ موحدین اور مقربینِ رسول ﷺ کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟! بلاشبہ وہ شفاعت کے بالاولیٰ مستحق ہوں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

⑤ ...... دنیا میں آزمائشوں، مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کا کفارہ کر دے گا۔ جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)).

''مسلمان کو جو بھی پریشانی، مصیبت، رنج، دُکھ، تکلیف اور غم پہنچتا ہے، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ کر تکلیف دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بھی اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتا ہے۔''

(صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض، ح: 5642 ـ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها، ح: 2573

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ هٰذَا فِي الذُّنُوبِ الْمُحَقَّقَةِ؛ فَكَيْفَ بِالْأُمُورِ الَّتِي كَانُوا فِيهَا مُجْتَهِدِينَ: إِنْ أَصَابُوا؛ فَلَهُمْ أَجْرَانِ، وَإِنْ أَخْطَأُوا؛ فَلَهُمْ أَجْرٌ وَاحِدٌ، وَالْخَطَأُ مَغْفُورٌ.

''جب (مصائب و آلام کی وجہ سے) ثابت شدہ گناہوں کی معافی ممکن ہے، تو ان امور کی معافی کیسے نہیں ہو سکتی جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا تھا؟ بلکہ اگر ان کا اجتہاد درست ہوا تو انہیں دوگنا اجر ملے گا اور اگر ان سے خطا ہوئی ہوگی تو ایک اجر ملے گا جبکہ غلطی معاف ہو جائے گی۔''

مجموع الفتاوى: 3/ 155

⑧ مشاجراتِ صحابہ کے متعلق بحث سے اجتناب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم مشاجرات و تنازعات میں ایک عام مسلمان کو خاموش ہی رہنا چاہیے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی بحث، تمحیص، تبصروں اور موشگافیوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ ہماری اسی میں بقاء اور سلامتی ہے کہ ہم ایسے امور میں تبصرے نہ کریں۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں:

① ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تبصروں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی منع فرما دیا تھا، جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے:

((إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا))

''جب میرے اصحاب کا تذکرہ کیا جائے تو (منفی تبصروں سے) باز رہو۔''

المعجم الكبير للطبراني: 2/ 96 ـ سلسلة الأحاديث الصحابة: 34

اس ممانعت کے باوجود زبان درازی کرنا نہ صرف اہانتِ صحابہ ہوگی بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صریح نافرمانی ہوگی، جس کی سزا میں بندہ جنت سے محروم ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمایا:

((کُلُّ أُمَّتِی یَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰی))

''میری اُمت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے اس کے جس نے جنت میں جانے سے خود ہی انکار کر دیا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِی دَخَلَ الجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ أَبٰی)).

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (گویا جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔''

صحيح البخاری، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ح: 7280

۲......ایسی کسی بھی بحث کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور جو کام بے فائدہ اور بے مقصد ہو؛ اسلام اس سے دُور رہنے کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ یہ مقاصد شریعت کے ہی خلاف ہے کہ لایعنی امور میں وقت اور صلاحیتیں برباد کی جائیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ))

''آدمی کے اسلام کا حسن اسی میں ہے کہ وہ فضول اور بے فائدہ باتوں کو ترک کر دے۔''

[صحیح] سنن الترمذی، أبواب الزهد، باب من حسن الاسلام المرء . . . الخ، ح: 2317 - سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب كف اللسان فی الفتنة، ح: 3976

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس ضمن میں بہت ہی پیاری بات فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خون سے محفوظ رکھا ہے، تو پھر میں ان کے متعلق نازیبا باتیں کر کے اپنی زبان کو خون آلود کیوں کروں؟!

حلية الأولياء لأبی نعيم: 9/ 114

۳......مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں بحث بازی کرنے سے انسان راہِ راست سے بھٹک سکتا ہے، گمراہی کا شکار ہو سکتا ہے اور اس کے دِل میں کسی صحابی کے متعلق نفرت پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا سدِ ذریعہ کے طور پر اس بحث سے ہی باز رہا جائے جو ضلالت کا باعث بن سکتی ہو۔ ذرا سی بے احتیاطی اور زبان کی لغزش سے انسان اللہ کی ناراضی مول لے کر جہنم کا ایندھن بن سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ، لَا يُلْقِی لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دَرَجَاتٍ ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ ، لا يُلْقِي لَهَا بَالًا ، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ))

''بلاشبہ بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر دینے والی کوئی بات زبان سے نکالتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند فرما دیتے ہیں، اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے والی ایسی بات بھی زبان سے نکال دیتا ہے کہ اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوتا؛ لیکن اسی بات کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''

صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ح: 6478

نیز امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں، جنگوں اور ان کے ایسے اعمال کے بارے میں رائے زنی نہ کرو جو تمہاری موجودگی میں ہوئے ہی نہیں ہیں، نہ ہی ایسی باتیں کسی سے سنو، کیونکہ جب تم سنو گے تو تمہارا سینہ سلامت نہیں رہے گا (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بغض کا شکار ہو سکتا ہے)۔''

شرح السنة للبربهاري: 112، 113 ـ سير أعلام النبلاء: 10/ 92

④......مشاجراتِ صحابہ میں اس لیے بھی بحث و کلام نہیں کرنا چاہیے کہ جھوٹے، منافق اور بدعتی تاریخ دانوں اور تاریخ کے راویوں نے اس میں ایسے ایسے جھوٹ شامل کر دیے ہیں کہ حقائق دھندلا کر رہ گئے ہیں، رطب و یابس سب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں، من گھڑت اور موضوع روایات سے استدلال کیا جاتا ہے اور مستند اور غیر مستند کی تمیز نہیں کی جاتی۔ ایسے تاریخ دانوں پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے کہ جن کی اپنی حیثیت ہی مسلّم نہ ہو؟ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنا ایمان محفوظ رکھنے اور گمراہی سے بچنے کے لیے اس موضوع میں طبع آزمائی سے کامل طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ اس ضمن میں فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم اختلافات اور مشاجرات سے متعلق جو روایات منقول ہیں؛ ان میں بہت سی جھوٹی اور باطل روایتیں ہیں، جو قابلِ التفات ہی نہیں ہیں اور جو روایات صحیح ہیں؛ ان کی بھی ہم اچھی تاویل کریں گے، اس لیے کہ ان راویوں سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ خود ان کی تعریف بیان فرما چکا ہے، جبکہ بعد میں ہونے والی کلام میں تاویل کا احتمام یقینی طور پر موجود ہے، پھر ایک مشکوک اور موہُوم بات ایسی فضیلت کو باطل نہیں کر سکتی جو مستند اور ثابت ہو۔

شرح الفقه الأكبر: 102

⑤......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں چونکہ فتنے رونما ہونا شروع ہو گئے تھے، اس لیے ان سنگین احوال و حوادث کی بنا پر کسی ایک مؤقف کی کُلیۃً حمایت کرنا اور دوسرے کی مکمل تردید کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس دور کے امور کا بہت اختلاط ہو گیا تھا اور بہت سے معاملات اور واقعات کی صحیح صورت سامنے نہیں آ سکی۔ لہٰذا اس سلسلے میں بحث و تمحیص سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مکمل طور پر گریز ہی بہتر اور لازم ہے۔

ضروری بات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ایک بنیادی بات ذہن نشین کر لیجیے کہ ہمیں ان پر جج نہیں مقرر کیا گیا، کہ ہم ان کے فیصلے کرنے بیٹھ جائیں۔ کسی آیت یا کسی حدیث سے ہمیں یہ اجازت نہیں ملتی کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات میں فیصلے کا ترازو لے کر بیٹھ جائیں اور فیصلہ کرنے لگیں کہ کون صحیح تھا اور کون غلط، کون حق پر تھا اور کون باطل پر، کون ظالم تھا اور کون مظلوم۔ وہ بڑی ہی اعلیٰ، مکرم اور محترم ہستیاں تھیں۔ ہم ان کی خاکِ پا بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا جو شخص ایسی فضول بحثوں میں پڑ جاتا ہے وہ لامحالہ گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ فریقین میں سے کوئی بھی اعتدال کا دامن نہیں تھام رکھتا، حتیٰ کہ علماء بھی اس سلسلے میں کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہیں، چہ جائیکہ عوام الناس شدتِ احتیاط سے کام لیں۔

ان معاملات میں تاریخی روایات کی جو حیثیت ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں ہے۔ تو ایسی صورتِ حال میں خاموشی ہی بہترین حل ہے۔ ہم خاموش رہیں گے تو عافیت ونجات پائیں گے، اگر بولیں گے تو اللہ نہ کرے ہماری زبان سے کوئی ایسا جملہ نکل جائے جس سے کسی صحابی کی عفت وعصمت پر حرف آئے اور یہی بات ہمارے اعمال کی بربادی کا باعث بن جائے۔

⑨ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم تقابل کرنے سے گریز:

یہ بات سمجھ لیجیے کہ صحابی؛ صحابی ہی ہوتا ہے، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ السابقون الأوّلون میں سے ہو یا آخری دورِ نبوی میں مشرف بہ اسلام ہوا ہو۔ اگر وہ حالتِ اسلام میں رسولِ کریم ﷺ سے ملاقات کرتا ہے اور اسلام ہی کی حالت میں وفات پاتا ہے، تو وہ ''رضی اللہ عنہ'' کا مصداق ہے۔

دوسری اہم بات یہ ذہن نشین کر لیجیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم تقابل نہیں کرنا چاہیے، کہ ایک کو افضل قرار دینے کے لیے دوسرے کو نیچا ثابت کیا جائے۔ یہ قطعاً درست بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے راشدین یا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو تقابل کیا جاتا ہے، تو یہ بھی انتہائی غلط روش ہے، کیونکہ جب ہم دو لوگوں کے بارے میں مقابلہ کریں گے تو لازماً کسی ایک کو بالا اور دوسرے کو پست ثابت کریں گے، جو کہ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت بلند ہے، لیکن جس انداز میں کوئی ایک فریق مقابلے کی صورت پیدا کر دیتا ہے، اس سے کسی ایک صحابی کی فضیلت کو نمایاں کرنا کم؛ جبکہ دوسرے کی تنقیص کو بیان کرنا زیادہ پیشِ نظر رہتا ہے، جو کہ انتہائی تکلیف دہ اور باعثِ گناہ عمل ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین فضائل کا تقابل کیا ہی نہ جائے اور عوام الناس کو اس سے خاص طور پر روکنا چاہیے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح یہ بات بھی بالخصوص ملحوظ رہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کا تقابل کرنا بھی سوائے جہالت کے کچھ نہیں، کیونکہ ایک صحابی ہیں جبکہ دوسرا تابعی ہے۔ایک کروڑ تابعی مل جائیں تو ایک صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ ایک تابعی کو کثیر فضائل کے حامل نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا جائے۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شان اور مقام بیان کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ یزید بن معاویہ کو گالیاں دی جائیں اور اس پر لعن طعن کی جائے۔ یہ تو کسی بھی مسلمان کے متعلق شرعاً جائز نہیں ہے۔

نوٹ:

یہ بات ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ واقعہ کربلا کے علاوہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دیگر معرکے، جہادی سرگرمیاں، عبادات اور جملہ خصائل اور خوبیاں بھی بیان کی جائیں۔ ایسا تو نہیں ہے کہ ان کی زندگی میں صرف ایک کربلا کا واقعہ ہی پیش آیا ہے یا یہی ان کی فضیلت کا باعث ہے، بلکہ ان کی زندگی میں حسنات کی ایک طویل فہرست ہے، ان کی جرأت و بہادری کے کارنامے ہیں، ان کی فصاحت و بلاغت ہے، ان کے خطبات اور اقوالِ زرّیں ہیں، لیکن ان سب کو فراموش کر کے صرف واقعہ کربلا کو پکڑ لیا جاتا ہے، جو کہ ان کی زندگی کے بالکل آخر میں پیش آیا۔

⑩ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس کا دفاع:

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس کا دفاع کرے اور اگر کسی بدبخت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے، یعنی اس کو اس قبیح اور شنیع عمل سے باز رکھنے کے لیے عملی اقدام کرے۔ اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اس کو زبان سے منع کرے اور سمجھائے، اگر اتنی استطاعت بھی میسر نہیں تو پھر کم از کم اس عمل کو دِل سے ضرور بُرا جانے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی برائی کو ختم کرنے کے یہی تین درجے بیان فرمائے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین تو سب سے بڑی برائیوں میں شمار ہوتی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ، وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَان))

''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے، تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کو ختم کرے، لیکن اگر اس کے پاس اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے منع کرے اور اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو اپنے دِل سے ہی بُرا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان وأن الإيمان يزيد وينقص ، ح: 49

واضح رہے کہ آخری درجے، یعنی دِل سے بُرا جاننے کی استطاعت ہر ایک مسلمان میں ہی موجود ہے، کوئی شخص اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے متعلق عذر نہیں تراش سکتا، لہٰذا اگر کوئی شخص اس درجے پر بھی عمل پیرا نہیں ہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ اسے ایمان کا کمزور ترین درجہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ جو شخص اس سے بھی تہی دامن ہوگا؛ گویا وہ ایمان سے ہی محروم ہو چکا ہے۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے چہرے کو (جہنم کی) آگ سے بچالے گا۔''

[صحيح] سنن الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی الذب عن عرض المسلم، ح: 1931

یہ فضیلت تو عام مسلمان کی عزت کے دفاع کی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس اُمت کے سب سے بہترین لوگ ہیں، ان کی عزت و ناموس کے دفاع کی فضیلت کس قدر زیادہ ہوگی؟!

⑪ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والوں سے نفرت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا، ان کے محبین سے محبت رکھنا اور ان سے بغض رکھنے والوں سے نفرت کرنا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيرِ الْخَيرِ يَذْكُرُهُمْ.

''ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہو اور ان کا تذکرہ برے انداز میں کرتا ہو۔''

شرح العقيدة الطحاوية: 1/ 364

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والوں سے بغض اور نفرت رکھنا ایمان کا مضبوط ترین عمل ہے، کیونکہ یہ البغض فی اللّٰہ کا اوّلیں مصداق ہے۔ جس کے متعلق سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَوْثَقُ عُرَى الْإِيْمَانِ: الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْمُعَادَاةُ فِي اللّٰهِ ، وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ))

''ایمان کا سب سے مضبوط عمل اللہ کی رضا کی خاطر دوستی، اللہ ہی کی خاطر عداوت، اللہ کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے نفرت رکھنا ہے۔''

[إسناده حسن] شرح السنة للبغوی: 3/ 429 ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة: 998

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ))

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کی جائے اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کی جائے۔''

[حسن لغيره] مسند أحمد: 21303

لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نسبت کی خاطر اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ان مبارک ہستیوں کے ساتھ محبت رکھی جائے اور ان سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ نفرت کی جائے۔

⑫ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راہبر ماننا اور ان کی اقتداء:

یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس اُمت میں سب سے پختہ علم بھی صحابہ ہی کا تھا اور سب سے مضبوط عمل بھی ان ہی مبارک ہستیوں کا تھا۔ یعنی ان کا دور عہد نبوت سے بالکل ملا ہونے کی وجہ سے علم و ہدایت اور تقویٰ و ورع کا دور تھا۔ پھر جوں جوں دور گزرتا گیا وہ ثمرات کم ہوتے گئے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی اقتداء بھی کرنی چاہیے اور انہیں راہبر بھی تسلیم کرنا چاہیے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَنَّ مِنْ أُصُولِ السُّنَّةِ التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ والِاقْتِدَاءُ بِهِمْ.

''اصولِ سنت میں سے ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ کی اقتدا کی جائے اور ان امور کو مضبوطی سے تھاما جائے جن پر صحابہ عمل پیرا ہوتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿واتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ اِلَيَّ﴾ [لقمان: 15]

''اور اس شخص کی راہ پر چلو جو میری جانب جھکا ہوا ہو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہوا ہو؟!

کیونکہ قرآن وسنت کو جس طرح اچھے اور بہترین انداز میں انہوں نے سمجھا ہے ایسا کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا، اس لیے کہ ان کے سامنے وحی کا نزول ہوتا تھا اور وہ براہِ راست رسولِ خدا ﷺ سے احکام سنتے اور آپ کے سامنے ان پر عمل بجا لاتے تھے۔ پھر ساتھ ساتھ نبی ﷺ ان کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کا سیکھا ہوا دین اور ہم تک پہنچا ہوا ان کا علم وعمل ہدایت پانے کا ایک مستند ذریعہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہدایت یافتہ اور مقتدیٰ ہونے کی گواہی خود نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جیسا کہ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

((إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً))

''یقیناً بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئے تھے جبکہ میری اُمت 73 فرقوں میں تقسیم ہو گی، جو سب کے سب جہنمی ہوں گے، سوائے ایک ملت کے۔''

لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ ایک ملت کون سی ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي))

''جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم ہوں گے۔''

[حسن] سنن الترمذی، أبواب الإيمان، ما جاء فی افتراق هذه الأمة، ح: 2641

اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت کے متعلق کیا خوب فرمایا:

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا ، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا ، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِقَامَةِ دِينِهِ ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ ، وَاتَّبِعُوهُمْ فِي آثَارِهِمْ ، وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَدِينِهِمْ ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ .

''آپ لوگوں میں سے جو بھی شخص کسی طریقے کو اپنانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اُن کے طریقے کو اپنائے جو (اس وقت صحابہ کرام میں سے) رحلت فرما چکے ہیں، کیونکہ زندہ انسان کی فتنے سے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں، اور وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہی ہیں، جو اس امت کے افضل لوگ تھے، انتہائی نیک دِل، راسخ علم والے اور کم سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ وہ ایسی ہستیاں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اقامتِ دین کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ لہٰذا تم ان کی فضیلت کو پہچانو، اُن کے نقش قدم پر چلو اور جتنا ممکن ہو ان کے اخلاق اور دین کو اپناؤ؛ کیونکہ وہ صراطِ مستقیم پر تھے۔''

شرح الطحاوية لابن أبي العز الحنفي: 1/ 383

تاثرات اور مشورہ کے لیے	خطبہ حاصل کرنے کے لیے	خطبہ رائٹر
حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر)	03034125519	حافظ فیض اللہ ناصر
03015989211	03014843312	03214697056
	03424449009	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com